اسلامی ریاست میں قاضیوں کا احتساب

(Accountability of Judges in Islamic State)

☆ ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

☆ محمد اشرف

Abstract

The accountability of Judges in an Islamic State carries out in accordance with Law of nature, logic and rationale. The judiciary in any state enjoys pivotal importance indeed, but the accountability of the judges has also the same degree of significance in the judicial system. This research paper is an effort to explain the procedure of Judge's accountability, especially dismissal from his position in the light of teachings of Qur'an, Sunnah and continuous practices regarding the same issue during the history of Islam in the past fourteen hundred years. In this connection, apart from consulting the basic books of Islam, the data from original sources of Seerah, Muslim history and Islamic Jurisprudence has also been used as a primary source for the purpose of analysis and interpretation of the issue. Finally, the article also presents an overview of accountability procedure of Judges in accordance with Supreme Judicial Council of Pakistan.

کسی بھی ریاست میں احتساب کا ایک موثر نظام ہی قانون کا احترام و نفاذ پیدا کرتا ہے اور بدعنوانیوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ جب بھی ریاست میں احتساب کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے تو بدنظمی جنگل کے قانون کی حکمرانی کی عملی صورت میں پوری شدت سے ابھر آتی ہے اور آخر کار ریاست ناکامی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ ہر مہذب ریاست کا قیام احتساب کے ایک موثر نظام پر منحصر ہے کیونکہ قانون پر سختی سے عمل درآمد اور قانون کے مکمل احترام کے بغیر کوئی بھی ریاست اپنے افراد کے جان و مال کا نہ تو تحفظ کر سکتی ہے اور نہ ہی لاقانونیت

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

* پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

روک سکتی ہے، اسی طرح ریاست میں عدل و انصاف قائم کرنا عدلیہ کا کام ہے۔ اگر عدل و انصاف کرنے والے خود عدل و انصاف کے تقاضوں کو مجروح کر رہے ہوں، اقرباپروری اور قانون شکنی کے مرتکب ہو رہے ہوں اور ان منکرات کی روک تھام کے لئے کوئی قانون حرکت میں نہ آئے تو وہ ریاست ناکام ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ججز کا احتساب ریاست کی بقا اور سلامتی کے لئے ضروری ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں ججز کے احتساب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح زندہ اور قائم رہتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"[1]

"تم اچھی امت ہو کہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو"

اسی طرح دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

" لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ "[2]

"اللہ تعالیٰ بُری بات کے مشہور کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو"

ان آیات میں ہر طرح کے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عدلیہ کے ارکان) خصوصاً ججز(اگر رشوت لے کر فیصلے کر رہے ہوں تو یہ ایک ظلم کی صورت ہے اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے ججز کا بے لاگ احتساب ریاست کی فلاح و بقا کے لئے انتہائی ناگزیر ہے۔ اس احتساب کی وجہ سے عدلیہ کا وقار اور ججز کا اعلیٰ مقام نہ صرف باقی رہتا ہے بلکہ اپنے فیصلوں کے جواب دہی کا احساس ان کے قلب و ذہن میں رہتا ہے۔ قیام عدل کے متعلق اگر عدلیہ کے ارکان کسی قسم کی کوتاہی کریں، غیر منصفانہ فیصلے کر رہے ہوں۔ غریب اور بے بس افراد انصاف کے لئے ترس رہے ہوں تو ایسی صورت میں ریاست کے استحکام کے لئے ججز کا احتساب لازمی ہے۔ کیونکہ عدلیہ میں جتنی اہمیت عدل و انصاف کی ہے اتنی ہی اہمیت عدل کرنے والوں کی بھی ہے کہ وہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر عدل و انصاف کے ترازو کو درست رکھیں اور فیصلہ کرتے وقت غیر جانب داری اور ایمانداری کے ساتھ پوری اہلیت کا مظاہرہ کریں۔ اگر عدالتوں میں انصاف پیسوں کے بدلے فروخت ہو رہا ہو، اقرباپروری کو فوقیت دی جارہی ہو، ناجائز کو جائز سمجھا جارہا ہو تو ایسی صورت میں ججز کا احتساب ناگزیر ہے۔

احتساب از روئے قرآن:

احتساب کا عمل دور جدید کی کوئی نئی اختراع نہیں ہے بلکہ اسلام نے ہمیشہ اس کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا"[3]

"اے ایمان والو انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو۔ چاہے وہ تمہارے یا والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی ہو۔ وہ امیر ہو یا مفلس اللہ دونوں سے زیادہ حقدار ہے تو خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کجی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب خبر دار ہے"

اسی مضمون کی تائید و تاکید سورہ المائدہ میں بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ"[4]

"اے ایمان والا اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے اور عدل کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی جماعت کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف ہی نہ کرو انصاف کرتے رہو کہ وہ تقویٰ کے بہت قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے کہ تم کیا کرتے ہو"

درج بالا آیات سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عدل و انصاف کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اگر عدل و انصاف کرنے والے جج عدالتوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف لوگوں کے درمیان فیصلے کر رہے ہوں تو ان کا احتساب ریاست کی بقا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے تاکہ ظلم اور بربریت کا خاتمہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کو بھی عدل و انصاف کرنے کا پابند بنایا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[5]

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی چیزیں دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا ہے۔ تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں"

قیام عدل احتساب کے بغیر ناممکن ہے اور عدل کے بغیر ریاست کا قیام و بقانا ممکن ہے۔ سیدنا حضرت علیؓ کا قول ہے: الملک یبقیٰ مع الکفر و لا یبقیٰ مع الظلم[6] یعنی کافر ریاست قائم رہ سکتی ہے ظالم ریاست قائم نہیں رہ سکتی"۔

جہاں عدل نہ ہو وہاں ظلم ہوتا ہے، جہاں ظلم ہو وہاں سلامتی مفقود ہوتی ہے اسی لئے نظام عدل میں ججز کے احتساب کا وہی مقام ہے جو نظام ریاست میں عدلیہ کا مقام ہے۔ گویا عدل کے بغیر ریاست اور ججز کے احتساب کے بغیر عدلیہ کا تصور محال ہے۔

احتساب از روئے حدیث:

ججز اور اعلیٰ حکام کا احتساب اور اس کا بیان اسلامی تعلیمات میں اس قدر اہم ہے کہ بخاری شریف میں امام بخاری نے کتاب الاحکام کے تحت باب "محاسبۃ الامام عمالہ"۔ (امام کا اپنے عمال کا محاسبہ کرنے کا بیان) کا عنوان باندھا ہے اور یہ حدیث نقل کی ہے:

> **"عن ابی حمید الساعدی ان النبی ﷺ استعمل ابن الاتبیة علی صدقات بنی سلیم فلما جاء الی رسول اللہ ﷺ و حاسبه قال هذا الذی لکم و هذه هدیة اهدیت لی فقال رسول اللہ ﷺ فهلا جلست فی بیت ابیک و بیت امک حتی تاتیک هدیتک ان کنت صادقا ثم قام رسول اللہ ﷺ و سلم فخطب الناس و حمد اللہ و اثنی علیه ثم قال اما بعد فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما و لانی اللہ فیاتی احدکم فیقول هذا لکم و هذه هدیة اهدیت لی فهلا جلس فی بیت ابیه و بیت امه حتی تاتیه هدیته ان کان صادقا فو اللہ لا یا خذ احدکم منها شیئا قال هشام بغیر حقه الا جاء اللہ یحمله یوم القیامة الا فلا عرفن ماجاء اللہ رجل ببعیر له رغاء او بقرة لها خوار او شاة تیعر ثم رفع یدیه حتی رایت بیاض ابطیه الا هل بلغت"** [7]

"ابو حمید ساعدی روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ابن الاتبیہ کو بنی سلیم کے صدقات کا عامل مقرر کیا، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ نے اس سے حساب لیا تو اس نے کہا یہ آپ ﷺ کا ہے اور یہ ہدیہ مجھے ملا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیوں نہیں اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر بیٹھ جاتا (پھر دیکھتا) کہ اگر تو سچا ہے کہ تیرے پاس ہدیہ آتا ہے [یا نہیں]، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا، امابعد! میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان کاموں پر مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے مالک بنایا ہے پھر تم میں سے ایک شخص آکر مجھ سے کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے تو وہ آدمی اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ جاتا (تاکہ اسے اپنی سچائی کا پتہ چل سکے) کہ ہدیہ اس کو بھیجا

جاتا ہے [یا نہیں]۔ خدا کی قسم تم میں سے جو آدمی کوئی چیز ناحق لے گا تو قیامت میں اللہ کے پاس اس حال میں آئے گا کہ وہ چیز اس پر سوار ہوگی، سن لو کہ میں یقیناً پہچان لوں گا اس چیز کو جو آدمی اللہ کے پاس لے کر آئے گا، اونٹ بلبلاتا ہوگا یا گائے بولتی ہوگی یا بکری ممیاتی ہوگی، پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، آپ ﷺ نے فرمایا: سن لو! کیا میں نے پہنچا دیا۔"

احتساب ازروئے عقل و دانش:

عدل کو ایک آفاقی حقیقت کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ خواہ وہ مسلم ہو یا کافر اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک فطری ضرورت ہے۔ اس سے ظلم کا خاتمہ اور حق کو تقویت و فروغ حاصل ہوتا ہے۔ جس معاشرہ میں عدل نہ ہوگا تو ظلم اس کی جگہ لے لے گا اور ظلم ہر معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔

عدل کا تقاضا حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں عدل و انصاف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور اسے تقویٰ سے بھی بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی"[8]

"عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب ہے"

اگر عدل نہیں ہوگا تو ظلم ہوگا اس منکر کو ختم کرنے کے لئے ججز کا احتساب ضروری ہے۔ احتساب کی وجہ سے ججز کے ماتحت عملہ جو اکثر رشوت ستانی میں ملوث رہتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ عدلیہ کے احتساب سے قانون شکنی کے رجحانات کم اور احترام قانون کے رویوں کو تقویت ملتی ہے۔ ججز کا احتساب اسلامی قانون عدل کی عالمگیریت اور آفاقیت کو ظاہر کرتی ہے۔

ججز کا احتساب ایک حقیقی فلاحی معاشرہ کی بنیاد فراہم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ عدلیہ کے احتساب کی وجہ سے ججز میں دیانت داری اور راست گوئی کی صفت پیدا ہونا شروع ہو جائے گی۔

ججز کے احتساب کی وجہ سے معاشرے میں عدلیہ کا وقار بلند ہوتا ہے۔ عدلیہ کے احتساب کی بدولت انصاف میں غیر ضروری تاخیری حربے استعمال کرنے والوں کو اگر سزا نہیں دی جا سکتی تو انہیں تنبیہہ ضرور دی جا سکتی ہے۔ اس سے نظام عدل کی اصلاح میں مدد ملتی ہے۔

اسی احتسابی عمل سے آزاد عدلیہ کے قیام میں مدد ملتی ہے عدلیہ کو بدعنوان اور نااہل ججز سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ عقل و دانش کا بدیہی تقاضہ ہے کہ ریاست کو عدل فراہم کرنے والا ادارہ ہر طرح کے ظلم سے

پاک ہو۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

"ان الشریعة مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد، وهی عدل کلها و مصالح کلها و حکمة کلها، فکل مسالة خرجت عن العدل الی الجور و عن الرحمة الی ضدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن الحکمة الی العبث فلیست من الشریعة وان ادخلت فیها بالتاویل فالشریعة عدل اللہ بین عبادہ ورحمة بین خلقه وظله فی ارضه وحکمته الدالة وعلی صدق رسوله ﷺ اتم دلالة واصدقها"[9]

"شریعت کی بنیاد اور اساس دنیا اور آخرت میں حکموں اور بندوں کی بھلائی پر ہے۔ شریعت تمام کی تمام عدل، رحمت، بھلائی اور حکمت ہے۔ پس ہر وہ مسئلہ جو عدل سے ظلم کی طرف، رحمت سے اس کی ضد کی طرف، اصلاح سے فساد کی طرف اور حکمت سے عبث کی طرف نکل جائے تو اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ ان امور کو شریعت میں تاویل سے بھی داخل کر دیا جائے۔ پس شریعت اللہ کے بندوں کے مابین عدل ہے۔ اس کی مخلوق کے مابین اس کی رحمت ہے۔ اس زمین میں اس کا سایہ ہے۔ اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی صداقت پر مکمل اور سچی دلالت کرنے والی حکمت ہے"

احتسابِ قضاۃ: عہد نبوی ﷺ و خلافتِ راشدہ

احتساب کا عمل اتنا اہم اور مقدس ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں اس فریضہ کو احسن انداز میں سر انجام دیا۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کے دور میں بھی عمال اگر عدل و انصاف کرنے میں کوتاہی کرتے یا کسی کے ساتھ زیادتی کرتے تو خلیفہ وقت ان کا احتساب کرتے اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اپنے تمام عمال پر کڑی نگرانی کرتے، اگر کسی عامل کے متعلق اس کے ظلم کی شکایت ملتی تو آپ مظلوم کی دادرسی کرتے اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتے۔

دور نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں البتہ اس اعتبار سے قدرے فرق نظر آتا ہے کہ اگرچہ حضور ﷺ کا عہد ہر اعتبار سے قانون کی بالاتری کا دور تھا لیکن مملکت کا نظم ونسق ابھی تہذیب وارتقاء کے اس درجے پر نہیں تھا کہ عصر حاضر کی طرح عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے الگ الگ شعبے قائم ہو سکیں اور باقاعدہ عدالتیں قائم ہوں، البتہ خلافت راشدہ میں حدود مملکت میں وسعت آئی چنانچہ مختلف علاقوں کے گورنر، خلفاء اور عمال حکومت اپنے حلقہ اثر میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ جب ریاست کے تینوں شعبے اکٹھے

تھے تو ریاست میں عدلیہ کے احتساب کا طریقہ الگ نہ تھا بلکہ سب کا احتساب مجموعی طور پر ہوتا تھا۔ عمال یا قاضی کے احتساب کے طریقہ کار میں سب سے پہلے گواہ یا ثبوت پیش کئے جاتے تھے، خلیفہ وقت مدعی اور مدعاعلیہ کے بیانات کی چھان بین کرتا، اگر قاضی یا سرکاری کارندوں نے ظلم کیا ہوتا یا فیصلہ صادر کرنے میں جانب داری کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اسے فوری طور پر عہدہ سے معزول کر دیا جاتا۔

عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں عمال کے احتساب سے آج کے دور میں مکمل رہنمائی موجود ہے جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1. احتساب ایک لازمی اور قطعی امر ہے۔
2. احتساب میں مدعی اور مدعاعلیہ کو اپنا موقف اور صفائی پیش کرنے کا پورا حق ہے۔
3. احتساب ہر قسم کی رورعایت، تعلق اور اقرباپروری سے بالاتر ہے۔
4. ججز کا احتساب اپنے اقتدار کو طول دینا، سیاسی مفادات حاصل کرنے یا عدلیہ کو مرعوب کر کے من مانے فیصلے کرنا نہ تھا۔ بلکہ ججز کے احتساب کا اصل مقصد عدلیہ کے وقار کو بلند اور یقینی بنانا تھا۔

خلافت راشدہ میں عدلیہ کے احتساب کا طریقہ کار:

1. تحقیقی کمیشن کے ذریعہ :

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہمیں ججز کے احتساب کے سلسلے میں تحقیقاتی کمیشن کے قیام کا تصور ملتا ہے چنانچہ محمد بن مسلمہؓ عمال کے کاموں کی تحقیق کرتے اور پھر ساری رپورٹ حضرت عمرؓ کو پیش کرتے اور آپؓ اس رپورٹ کی روشنی میں احتساب کرتے، ابن اثیر کا کہنا ہے:

"اول من عین شخصا مخصوصا لاقتصاص اخبار العمال وتحقیق الشکایات التی تصل الی خلیفة من عماله وهو محمد بن مسلمة" [10]

"سب سے پہلا آدمی جس کو سرکاری عہدیداروں کے محاسبے اور ان کے متعلق اطلاعات اور شکایات پر مامور کیا گیا وہ محمد بن مسلمہؓ تھے"

احتساب بذریعہ عوام الناس:

حضرت عمرؓ کا زمانہ انصاف کا تھا۔ عدلیہ مکمل طور پر آزاد تھی۔ قاضی قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلے کیا کرتے تھے، غلط فیصلوں کی صورت میں ان کی باز پرس کی جاتی۔ حج کے ایام میں آپ اپنے عمال کے متعلق لوگوں سے پوچھتے، اگر کسی نے کسی کے ساتھ ناانصافی کی ہوتی یا ظلم کیا ہوتا تو آپ ان کا احتساب کرتے چنانچہ ایک مرتبہ مجمع میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے

ہیں، آپ نے اس سے کہا کہ کیا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اٹھو اور اس سے بدلہ لے لو۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاصؓ اٹھے اور انہوں نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے اپنے عمال کے متعلق یہ پالیسی اختیار کریں گے تو یہ ان کو بہت شاق گزرے گی اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا جسے آپ کے بعد میں آنے والے خلیفہ بھی اختیار کریں گے۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان کا احتساب نہ کروں جب کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔[11]

اسی طرح حضرت علیؓ نے مصر کے گورنر مالک اشتر کے نام جو گرامی نامہ ارسال کیا، اس میں آپ نے کمال تدبر اور حکیمانہ انداز میں عدلیہ کے احتساب کا تصور دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ تمہارا فرض ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے انہیں معاوضہ دو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں، قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے آزاد ہونا چاہیے۔

اموی دور میں ججز کا احتساب بذریعہ خصوصی کمیشن:

خلفائے راشدین کے بعد اموی دور میں بھی اگر قاضی اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرتے تو ان کا بھی احتساب ہوتا رہا ہے جیسا کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کو مصر کے قاضی یحییٰ بن میمون کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے ایک یتیم لڑکے کے حق میں غیر عادلانہ فیصلہ کیا ہے تو خلیفہ وقت نے گورنر مصر کو لکھا کہ قاضی کو فوراً پکڑ کر عہدے سے معزول کر دو اور اس کی جگہ کسی ایسے پاک اور متقی شخص کو قاضی مقرر کرو جو حق و باطل کے معاملہ میں کسی سے بھی مرعوب نہ ہو۔[12]

عباسی دور میں ججز کا احتساب بذریعہ خصوصی کمیشن:

اموی عہد کے بعد عباسی دور میں بھی عدل و احتساب کی روایات کو زندہ برقرار رکھا گیا یہاں تک کہ خلیفہ بھی احتساب سے بری الذمہ نہیں تھا۔

خلیفہ المتوکل علی اللہ جعفر کے دور میں قاضی احمد بن ابی داؤد کو منصب قضاء کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ قاضی نے عدل و انصاف کے معاملے میں حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر جب رشوت ستانی کا سلسلہ شروع کیا تو خلیفہ وقت نے ان کا احتساب اس انداز میں کیا کہ انہیں معزول کر دیا، ان کی جاگیر ضبط کر لی گئی، ان کے لڑکے سے ایک لاکھ ساٹھ درہم وصول کیے گئے اور ان کی جگہ قاضی یحییٰ ابن النعم کو قاضی القضاء کا عہدہ سونپا گیا۔[13]

قاضی یحییٰ کچھ عرصہ تو عدل و انصاف کے تقاضوں کو بخوبی سرانجام دیتا رہا مگر کچھ عرصہ کے بعد بدعنوانی اور نااہلی کی بنا پر انہیں معزول کر دیا گیا۔ بصرہ میں ان کی جو زمین تھی وہ بھی ضبط کر لی گئی۔[14]

بدعنوانی اور ناانصافی کے ساتھ ساتھ اگر قاضی حضرات وقت مقرر پر عدالت قائم نہ کرنے یا سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرتے تو ان کی سرزنش کی جاتی تھی جیسا کہ ابراہیم بن بطحا جو محتسب بغداد تھے ابو محمد بن حماد کے مکان کے قریب سے گزر رہے تھے جو وقت کا قاضی تھا اہل مقدمات ان کے گھر کے باہر انتظار میں کھڑے تھے دن کافی چڑھ چکا تھا دھوپ میں کافی شدت آچکی تھی۔ محتسب نے دربان کو بلا کر کہا کہ قاضی سے کہو کہ اہل مقدمات دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ آپ کے انتظار کی تکلیف اٹھا رہے ہیں یا تو اجلاس میں آکر کام کرو یا ان کو عذر سے آگاہ کرو تا کہ وہ پھر کسی وقت آئیں۔[15]

درج بالا واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دفعہ محتسب بھی بذات خود عدالت میں جا کر لوگوں کے مسائل دریافت کرتا۔ اگر عدل و انصاف کے سلسلے میں کسی قسم کی لاپرواہی کی جاری ہوتی تو قاضی کی فوراً باز پرس کی جاتی۔

مسلم ہند میں عدلیہ کا احتساب:

برصغیر پاک و ہند میں ججز کا احتساب نہ صرف عدل و انصاف کے تقاضوں کو مجروح کرنے پر کیا جاتا تھا بلکہ ان کی نجی زندگی بھی مشاہدے میں رہتی تھی، اگر کوئی غلطی کرتا تو اس کی گرفت کی جاتی تھی جس طرح علاء الدین خلجی کے زمانے میں ایک قاضی نے شراب پی لی۔ اس شراب کی وجہ سے قاضی کا احتساب کیا گیا اور اسے سزا دی گئی۔[16]

نائیجریا کے ایک سابق جج محمد بشیر احمد کہتے ہیں:

"A Muslim Qazi giving an order of holding a view in contravention of Divine law was Kafir apostate and liable to sentence of death".[17]

”اگر مسلم قاضی قانون الٰہی کے خلاف حکم دے یا قانون الٰہی کی خلاف ورزی کرے تو وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس کی سزا موت اور ابدی عذاب ہے“

عدل و احتساب کا حقیقی مقصد تو ظلم کا سدباب ہے۔ جہانگیر ایک شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”اس شہر کے لوگ نہایت کمزور دل اور عاجز ہیں میں نے احتیاط کی بنا پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل لشکر میں کوئی ان کے گھروں میں گھس کر ان پر ظلم و ستم کر بیٹھے اور قاضی اہل لشکر کی رورعایت کی وجہ سے انصاف میں کوتاہی کریں اور لوگ اس ظلم کی فریاد مجھ تک لے کر نہ آسکیں۔ میں ہر روز اس تاریخ سے جب سے اس شہر میں آیا ہوں ظہر کی نماز کے بعد باوجود شدید گرمی کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہوں کہ کوئی

کسی ظلم کی شکایت لے کر میرے پاس آئے"[18]

اسلام کا نظام احتساب بنیادی طور پر امر بالمعروف اور نہی عمن المنکر کے ذریعہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے کے لئے ہے کیونکہ احتساب کا عمل نہ تو اتنا خوفناک ہے کہ جس سے ججز کے بنیادی حقوق کو خطرہ ہو اور نہ ہی ایسا پیچیدہ عمل ہے کہ جس کے لئے کسی بے پناہ ریاضت کی ضرورت ہو بلکہ دنیا کا ہر معاشرہ ججز کے احتساب کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تاکہ ریاست میں ظلم و ناانصافی کسی بھی صورت میں ظاہر نہ ہونے پائے۔

ججز کا احتساب اور پاکستانی قانون:

پاکستان میں ججز کے احتساب کے لئے سپریم جوڈیشل کونسل کے نام سے ایک ادارہ ہے۔ جو بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر ججز کا احتساب کرتی ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ عدالتوں کے ججز کا احتساب 1970ء کے آئین کے آرٹیکل (209)PLD 2000, SC 869 کے تحت کیا جاسکتا ہے۔ آرٹیکل 209 میں لکھا ہے کسی جج کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت برتنے، بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر معزول کیا جاسکتا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت سپریم جوڈیشل کونسل ایک کمیشن قائم کرتی ہے جس کے افسران کیس کی مکمل تحقیقات کرتے ہیں۔[19]

پاکستان میں اعلیٰ عدالتوں کے بعض ججز کو مختلف وجوہات کی بناء پر احتساب کے عمل سے گزرنا پڑا۔ 1960ء میں جسٹس اخلاق حسین آف مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج تھے جن پر عدم نظم و ضبط کے الزام تھے ان کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل میں ریفرنس دائر ہوا تو ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ بیرون ملک سے ذاتی استعمال کے لئے جو بندوق لائے تھے، انہوں نے اسے ذاتی استعمال کی بجائے اسلحے کی فرم کو فروخت کر دیا۔ اس الزام کی بنیاد پر جسٹس نے کونسل کے فیصلے سے قبل ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

غلط سفارش کی بنا پر 1980ء میں پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سید صفدر شاہ کے خلاف ایک صدارتی ریفرنس دائر ہوا، ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے محمد احمد خان قتل کیس میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے شریک ملزم ایف ایس ایف کے سید عباس کی رہائی کے لئے سپریم کورٹ کے جج سے سفارش کی تھی سپریم جوڈیشل کونسل کے فیصلے کے بعد انہیں بھی نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔[20]

پشاور ہائیکورٹ نے بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر دو ڈسٹرکٹ اور سیشن ججز (فیض اللہ خان اور شاہد نسیم خان) کو 22 اکتوبر 2010 کو کام سے روک دیا۔ اسی طرح جسٹس سید اصغر خان، فقیر الرحمٰن جدون اور سجاد انور کو بھی Misconduct کی وجہ سے پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس نے کام سے روک دیا۔

خلاصۂ بحث

کوئی بھی ریاست اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے معاشرے میں عدل و انصاف کا قتل عدلیہ کے ہاتھوں ہو رہا ہو اس وجہ سے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پامال کرنے والوں کا احتساب انتہائی ضروری ہے۔ عہدِ رسالت اور خلفاء راشدین کے دور کے ساتھ ساتھ بنو امیہ، بنو عباس اور مسلم ہند میں بھی عدلیہ کا احتساب، بروقت اور سادہ انداز میں ہوتا رہا ہے۔ پاکستان میں بھی بدعنوان اور عدل و انصاف کے ترازو کو درست نہ رکھنے والوں کے احتساب کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل کا ادارہ موجود ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن، آل عمران ۱۱۰/۳

[2] القرآن، النساء ۴/۱۴۸

[3] القرآن، النساء ۴/۱۳۵

[4] القرآن، المائدہ ۵/۸

[5] القرآن، الحدید ۵۷/۲۵

[6] الجاحظ، البیان والتبیین، ج ۱، ص ۱۷۸، مکتبہ الاستقامہ قاہرہ ۱۹۵۶ء۔

[7] امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاحکام، ج ۳، ص ۸۵۹، مطبع مجتبائی دہلی س۔ ن۔

[8] القرآن، المائدہ ۵/۸

[9] ابن القیم، الجوزی، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ج ۱، ص ۱۲۵، دارالکتب علمیہ بیروت ۱۹۹۳۔

[10] ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۳۰۲ دارالکتب العربیہ بیروت س ن۔

[11] امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۳۶۹، المطبعۃ السلیفۃ قاہرہ ۱۳۵۲ھ۔

[12] الکندی، ابی عمر محمد بن یوسف، الولاۃ والقضاء ص ۴۲۲ موسستہ قرطبہ، مصر۔

[13] المسعودی، محمد بن احمد، مروج الذہب، ج ۸، ص ۱۹، داراندلس بیروت

[14] ایضاً

[15] الماوردی ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السطانیہ، ص ۲۴۸ المطبعہ، الحمودیہ التجاریہ مصر س۔ ن۔

[16] ناز ایم ایس ڈاکٹر، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص ۳۲۳، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۹۔

[17] Ibn Hassan, Central Structure of the Mughal Empire in Northern India, P 176.

[18] معتمد خان، توزک جہانگیری، ص ۲۰، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۰۔

[19] PLD, 1971 SC 585.

[20] روزنامہ جنگ لاہور، ص ۴، ۱۰ مارچ ۲۰۰۷ء